دعوت: قرآن اور دور جدید کے تناظر میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تبارک و تعالی نے تمام بنی آدم کو ایک جگہ جمع فرمایا اور انہیں ایک دوسرے پر گواہ کیا، اور پھر ان سے یہ اقرار اور وعدہ لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا کیوں نہیں! (بیشک تو ہمارا رب ہے) اور تمام انسان جو قیامت تک پیدا ہوں گے سب نے گواہی دی کہ اللہ جل جلالہ ہی واحد معبود ہے، وہی مالک حقیقی اور لائق عبادت ہے جیسا کہ سورہ اعراف میں مذکور ہے[۱] ــــــــ اس طرح ہر انسان نے اپنے رب سے ایک وعدہ کیا ہے اور اس وعدہ کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا میں آکر وہ کسی غیر کی عبادت میں ملوث نہ ہو اور حقیقی خدا کا پرستار رہے ــــــــ مگر چوں کہ فطرتی طور پر انسان کے خمیر میں بھول جانا شامل ہے اور وہ ایسا ہے کہ وعدہ کرتا ہے اور جامِ غفلت نوش کر کے وادی نسیان کا مسافر بن جاتا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے منقول ہے[۲] ــــــــ اسی سبب بہت سے انسان دنیا میں آکر اس وعدے کو بھول بیٹھے اور باطل پرستی میں مشغول ہو گیے، اور اپنے مقصد تخلیق سے ناآشنائی نے انہیں گمراہی کی دلدل میں دھکیل دیا اور وہ حق کی شاہراہ سے ہٹ کر طغیانی کے چر خاب میں گم ہو کر رہ گیے ــــــــ

مگر اللہ تبارک و تعالی کی شان رحیمی کو کب یہ گوارا تھا، اس نے اپنے عاجز بندوں پر بے پناہ احسان کرتے ہوے ان کی ہدایت و کامرانی اور ابدی فلاح کے لیے انبیا و رسل کو ان میں مبعوث فرمایا، تاکہ وہ بندوں کو کفر کی ظلمت سے نکال کر نورِ حق کے اُجالے سے ان کے سینوں کو معمور کر دیں ــــــــ انبیا کرام علیہم السلام نے اس مشن کو بحسن وخوبی پورا کیا اور ان کی کاوشوں کا ثمرہ کہ انسانیت کا ایک بڑا حصہ گمراہ ہونے سے بچ گیا ــــــــ

یہاں سے ہمیں انبیا کی بعثت کا سب سے عظیم مقصد پتا چلتا ہے اور وہ ہے لوگوں کو اللہ تبارک و تعالی کے دین کی طرف دعوت دینا، اسلام کی تبلیغ کرنا اور گم کردہ راہ انسانیت کی صراط مستقیم کی جانب رہ نمائی فرمانا ــــــــ تمام انبیا کرام علیہم السلام نے اسی خدائی مشن کی تکمیل کے لیے اپنی زندگیاں صرف کیں، طرح-طرح کی ایذا رسانی برداشت کی اور مختلف قسم کی مشکلات پر ہمیشہ لب با تبسم رہے ــــــــــــ یوں تو اس مشن کا آغاز انسانِ اوّل آدم علیہ السلام سے ہی ہو گیا تھا، اور اسی کو لیکر دیگر انبیا آگے بڑھے لیکن ان سب کی بعثت ایک مخصوص قوم اور ایک مخصوص خطے کے لیے تھی، چنانچہ دعوت کا انداز و اسلوب بھی اسی قوم کے مزاج کے مطابق رہا؛ ہاں

دعوت کا عالم گیر انداز ہمیں اس سلسلے کی آخری کڑی حضرت محمد مصطفٰےﷺ کی دل نواز سخن اور آپ پر نازل کتاب قرآن حکیم میں بہ تمام کمال وجمال نظر آتا ہے ____

قرآن مجید نے جس طرح خدا سے ناآشنا افراد کو حق کی دعوت دی اور پیغمبر اسلامﷺ نے جس انداز میں اپنے اقوال، افعال اور احوال سے لوگوں کے دلوں میں عظمتِ اسلام کی جوت جلائی ہے اس کی تاثیر و دل آویزی، دل پذیری و دل نوازی اپنی مثال آپ ہیں ____ قابل غور یہ امر بھی ہے کہ چوں کہ اس بار مخاطب ایک مخصوص قوم یا خطہ نہیں بلکہ تمام جن و انس تھے اسی لیے انداز سخن بھی وہ اختیار کیا گیا جسے سن کر کوئی بھی ذی روح متاثر ہوے بغیر نہیں رہ سکتا ____

اسلام دین فطرت ہے اور خود آپﷺ کا قول ہے کہ ہر شخص فطرت پر پیدا ہوتا ہے [۳] ____ تو بنی نوع انسان میں اسلام کی غیر معمولی مقبولیت چنداں تعجب کی سزاوار نہیں کہ اس دین خدا کے دامن کرم میں آنے والے خوش نصیب دراصل اپنی فطرت ہی پر عمل کر رہے ہیں ___ تاریخ اسلام کا جائزہ لینے سے بھی یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ کسی بھی جگہ داعیان اسلام کو اگرچہ لسانی رکاوٹ در پیش ہوئی ہو مگر فکری اور فطرتی رکاوٹ کبھی نہیں ہوئی؛ جہاں بھی دین اسلام کی آفاقی شعاعیں پہنچی وہ خطہ فوراً انسان دوستی اور محبت کے جذبات سے معمور ہو گیا ____

خلق خدا نے جوق در جوق اس پیغام کو قبول کیا، چاہے وہ فارس کے باشندے ہوں یا روم کے افراد، افریقہ کے بربر ہوں یا اندلس کے ہسپانی، چین کے ہوئی مسلمان ہوں یا ملیشیا کے ملیے لوگ، یمنی ہوں یا کوفی حتیٰ کہ سمر قند و بخارا جیسے دور دراز کے علاقوں نے اس پیغام کو کشادہ قلبی سے قبول کیا ____ اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے، امریکہ کے وہ علاقے جہاں کبھی کوئی اسلامی حکمران نہیں پہنچا، جدید دور میں جوں ہی تعلیمات اسلامیہ کی نسیم خوشگوار نے دستک دی، فطرت سے ہم آہنگ لوگ اس پیام امن کو کھلے دل سے قبول کرنے لگے ____

اس ہمہ گیر شہرت اور غیر معمولی مقبولیت کی وجہ یہی تھی کہ ہر شخص گورا ہو یا کالا، عربی ہو یا عجمی اسے کبھی اسلام اجنبی لگا ہی نہیں، ہر شخص اس دین سے ایک عجیب مانوسیت، جاذبیت اور کھچاؤ محسوس کرتا ہے کیوں کہ یہ اس کی فطرت کی آواز ہے، اس کی تخلیق کا تقاضا ہے، من کی مدھر دھن ہے جو اسے پاس بلاتی ہے، یہ اس کی

فطرت ہے جو اسے وعدہ الست یاد دلاتی ہے اور مالک حقیقی کی طرف پلٹنا چاہتی ہے، کہتے ہیں- كل شيء يعود إلى أصله- ہر چیز اپنی اصل کی طرف پلٹتی ہے، ہم اللہ ہی کے مال ہیں اور اسی کی طرف ہمیں پلٹنا[۴]____

امت محمدیہ کا دعوتی مشن:

قرون اولیٰ سے ہی سرکار دو عالم ﷺ کے ظاہری وصال کے بعد، خلفاے راشدین، سلاطین اسلام، ائمہ امت، صوفیہ کرام، علماے ملت نے دین متین کی تبلیغ کا فریضہ خوب جاں فشانی سے انجام دیا، جس کے ثمار آج تک نظر آ رہے ہیں، دور دراز کے ایسے علاقے جہاں کسی کی فکر بھی نہ پہنچی تھی، توحید کے متوالوں کے قدم وہاں پہنچ گیے، یہی وجہ ہے کہ وہاں آج اذان کی خوبصورت صوت فضا میں گونجتی ہے اور اسلامی شعار کھلے طور پر دیکھے جا سکتے ہیں____ خدا کے دین کے فروغ اور اعلاء كلمة الحق کے لیے ان نفوس قدسیہ نے دنیا کے طول و عرض میں جا کر قرآنی تعلیمات کو عام کیا اور تبلیغ کے نبوی مشن کو لیکر آگے بڑھے اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو یہ پیغام دیا کہ

ع مری زندگی کا مقصد ترے دیں کی سرفرازی[ب]

یہاں سے ایک ایسے فکر انگیز نکتہ شوق کا آغاز ہوتا ہے کہ ہمارے نبی جناب محمد الرسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آے گا، تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اسلامی مشن کو لیکر آگے بڑھنے کی ذمہ داری اب امت مسلمہ پر ہے____ ہمیں تو خود قرآن نے خیر امت کے لقب سے نوازا ہے اور ہمارے اوصاف یوں بیان کیے ہیں کہ ہم اچھی باتوں کا حکم دینے والے اور برائیوں سے منع کرنے والے لوگ ہیں[۵]____ اور خود نبی آخر الزماں ﷺ کا ارشاد ہمارے حق میں ہے کہ ان کے پیغام کو آگے پہنچائیں اگرچہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو[۶]____ یہ دونوں باتیں اس بات پر دال ہیں کہ داعی الی اللہ ہونے کا فریضہ اس امت کے افراد کو ادا کرنا ہے، ظاہر ہے کہ یہ کلی طور پر کسی ایک شخص کے لیے بھی نہیں ہے اور ہر شخص اس کا اہل بھی نہیں____ تو ایسے میں یوں ہو کہ علماے کرام بالخصوص اس کام کو انہماک کے ساتھ انجام دیں کہ وراثت انبیا کا تاج انہیں کے سر پر ہے، اور باقی ذی شعور افراد اپنے- اپنے طور پر حتی الوسعہ اس کام کو انجام دیں، اور بالعموم ہر مسلمان اپنے افعال و اعمال کو اسلامی قالب میں ڈھالے تاکہ وہ جب غیر مسلم عوام میں جاے تو اس کے اعمال اسلام کی تبلیغ کریں____

یہ ہماری ملی ذمہ داری بھی ہے اور قومی فریضہ بھی، مقصد حیات بھی ہے اور ہدف زیست بھی، مسلمان ہونے کا تقاضا بھی ہے اور انسان دوستی کی پہچان بھی، کہ ہم اس پوری دنیا میں اسلام کے اس پیغام محبت کو عام کریں،اسلام سے ہی اس دنیا کے تمام درد و آلام کا مداوا ہو سکتا ہے،جو اس کے دامن کرم میں پناہ گزیر ہو جاتا ہے وہ خود بھی امن و امان میں آتا ہے اور دوسروں کو بھی امن کا پیغام دیتا ہے____ پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنے شیدائیوں کو یہ تعلیم دی کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ رہیں، جسے امام احمد نے روایت فرمایا[۷]____ تو یہ کہنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ مسلم کا دعوتی مشن در اصل تمام دنیا میں امن و امان کے فروغ کا نام ہے اور مذہب اسلام یہی تعلیم دیتا ہے____

اتنی گفتگو ذہن نشین کرنے اور دعوت و تبلیغ کے مشن کی عظمت جاننے کے بعد، ضروری ہے کہ دعوت کے احسن طریقے اور قرآنی اسلوب سے آگاہی حاصل کی جائے تاکہ اس مہم کو بحسن و خوبی انجام دیا جا سکے اور ہماری کاوشیں اسلامی طریق سے ہم آہنگ ہوں،ذیل میں ہم اسی قرآنی اسلوب پر روشنی ڈالیں گے____

دعوت کا قرآنی اسلوب:

قرآن مجید میں جو دعوت کے متعلق آیات ہیں اس کے اوّل مخاطب سرکار دو عالم ﷺ ہیں کہ آپ ہی تمام رشد و ہدایت کے منبع ہیں،اور لوگوں کو کتاب و حکمت سکھانے کی ذمہ داری آپ کے سپرد کی گئی،اور آپ کو معلم کائنات بنا کر بھیجا گیا____ آپ ﷺ کی شان تو یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالی نے آپ کو وہ علم دیا کہ آپ صدہا اجمال کی تفصیل اور ابہام کی توضیح بیان کرتے ہوے نظر آتے ہیں____ اور جان کائنات ﷺ کی پوری حیات مبارکہ کا ہر ورق اللہ تبارک و تعالی کے پاک دین کی تبلیغ و دعوت و تعلیم و ترویج سے عبارت ہے____ خود ان کے رب سبحانہ و تعالی نے انہیں "داعی الی اللہ" کا لقب عطا فرمایا____ ذیل کی آیت بھی آپ ہی کو مخاطب کر کے نازل ہوئی لیکن اس کا حکم اور پیغام رہتی دنیا تک آپ کی امت کے لیے بھی ہے؛اللہ جل شانہ فرماتا ہے:

﴿ٱدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلْحِكْمَةِ وَٱلْمَوْعِظَةِ ٱلْحَسَنَةِ وَجَٰدِلْهُم بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِۦ وَهُوَ أَعْلَمُ بِٱلْمُهْتَدِينَ﴾

ترجمہ: اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے اس طریقے سے بحث کرو جو سب سے اچھا ہو، بیشک تمہارا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے گمراہ ہوا اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے[۸] ____

اس آیت کریمہ کے اندر دعوت و تبلیغ کا احسن طریق، شاندار درس اور اکمل نصاب موجود ہے، جس میں انفاس انسانی سے کلی طور پر آشنائی اور حکمت و دانائی کا اعلی ترین درجہ پایا جاتا ہے____ نگاہ نکتہ بین سے دیکھیں اور مغز نکتہ رس اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ اسی ایک آیت میں علم نفسیات کے کتنے اسرار و رموز پنہاں ہیں____

آیت کی تفسیر کچھ یوں ہے کہ اپنے رب کے راستے کی طرف بلاؤ یعنی دین اسلام کی طرف، اور بلانے کے تین طریقے ارشاد ہوے:

{۱}۔حکمت سے۔ {۲}۔اچھی نصیحت سے۔ {۳}۔بہتر طریقے سے بحث کرکے۔

اب ہم تینوں پر کچھ تفصیلی کلام کرتے ہیں،

{۱}۔حکمت سے:

امام ابن الجوزی (المتوفی ۵۹۷ھ) اپنی تفسیر زاد المسیر[۹] میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ حکمت میں تین اقوال ملتے ہیں،

-ایک یہ حکمت یعنی قرآن سے، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

-دوسرا یہ کہ حکمت سے مراد فقہ ہے یہ بھی آپ ہی سے ضحاک نے روایت کیا ہے۔

-تیسرا ہے کہ حکمت سے مراد نبوت سے ہے اور یہ زجاج کا مختار ہے۔

یعنی داعی کے لیے لازم ہے کہ جب کہیں انسانوں کو خدا کے دین کی دعوت دے تو فصاحت و بلاغت اور رشد و ہدایت کے سر چشمے یعنی قرآن سے ان کو دلائل و براہین دے اور قصص و حکم کے نکات بیان کرے تاکہ قرآن کی جاذبیت اور دل آفرینی سے وہ متاثر ہوں اور حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں____ اللہ سبحانہ و تعالی کی معرفت حاصل کرنے کا اولین مصدر بھی یہی کتاب عظیم ہے، تو کیوں نہ ہو کہ بنی نوع انسان کو اسی کے پیامات ازلی سنا کر ایک خدا کی پرستش کی طرف راغب کیا جاے____ پھر اگر یہاں سے فقہ مراد ہے تو فقہ کے ایک معنی فہم کے بھی ہوتے ہیں، مطلب یہ ہوا کہ لوگوں سے ان کے فہم کے مطابق گفتگو کی جاے اور دقیق زبان کی بجاے آسان اور سہل

بیانی سے ان کے دل کے دروازوں پر دستک دی جاے۔۔۔۔۔ مشہور مقولہ ہے کہ **خاطبوا الناس علی عقدر عقولھم**،لوگوں سے ان کے فہم مطابق ہی بات کرو۔۔۔۔۔ اس پر عمل کرنے سے دو نتائج بر آمد ہوں گے؛ایک تو یہ کہ آپ کی بات ان کے ذہن میں راسخ ہو جاے گی اور دوسرا یہ کہ اگر وہ اسے اچھے سے سمجھ گیے تو دوسروں تک اسے اپنے الفاظ میں باآسانی پہنچا سکتے ہیں۔۔۔۔۔ تیسرے قول کے مطابق سرکار ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ اپنی نبوت اور رسالت کے ذریعہ لوگوں کو حلقہ اسلام میں داخل کریں،یعنی آپ ﷺ جو کہ خُلق عظیم کے مالک ہیں اور جن کی صداقت وامانت کے دشمن بھی معترف ہیں،آپ ﷺ لوگوں کو شرف زیارت بخشیں کہ لوگ نبوی جمال کے دلدادہ ہو کر ربانی پیغام کو قبول کریں۔۔۔۔۔ اب آپ ﷺ کے ظاہری وصال کے بعد ہم یوں کر سکتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کے حسن و جمال کے تذکرے،آپ ﷺ کی سیرت عطرہ کو عام کریں تاکہ لوگ حضور پر نور ﷺ کی حیات طیبہ سے متاثر ہو کر آپ کے دین کو قبول فرمائیں۔۔۔۔۔

{۲}۔اچھی نصیحت سے:

امام ابن الجوزی اس میں بھی دو اقوال نقل کرتے ہیں،اچھی نصیحت یعنی؛

-ایک:قرآنی نصیحتیں۔

-دو:اس خوبصورت ادب کے ذریعہ جو لوگ جانتے ہوں۔

معنی یہ ہوا کہ جب لوگوں کو اسلام کی دعوت دو،تو انہیں اچھی نصیحت کے ذریعہ متاثر کرو،اس سے مراد یہ بھی لیا گیا ہے کہ نرم و شائستہ طرز کلام ہو،زبان و بیان کا طریقہ بہترین ہو،گفت و شنید میں اعلیٰ ادبی محاسن موجود ہوں،اور دعوت ایسی ہو کہ جو سنے اس کے کانوں میں شکر گھل جاے۔۔۔۔۔ جس میں امام ابن الجوزی کے پہلے قول کے مطابق انہیں فصاحت وبلاغت کے شاہ کار،عربی ادب کے اجمل ذخیرے،کلام اللہ،قرآن مجید میں موجود مواعظ سنائے جائیں،جو بیک وقت ادب کے ایسے پایے پر ہیں جہاں تک کوئی بشر پہنچ نہیں سکتا اور واضح و روشن اتنے ہیں کہ عام سے عام انسان اس کے واضح احکامات پر عمل کر سکتا ہے۔۔۔۔۔ تفسیر کے دوسرے قول کے مطابق،دعوت دینے میں زبان اور ادب کی بہت اہمیت ہے،جسے دعوت دی جاے،اسے بالکل بھی چھوٹا محسوس نہ کرایا جاے،نہ ہی اس پر طعنہ زنی کی جاے کہ قلب متنفر ہو۔۔۔۔۔ داعی کو چاہیے کہ ایسا انداز اختیار کرے کہ جہاں کہیں اس کی صوت کی باد صبا پہنچے وہاں دلوں کے غنچے کھل اٹھیں،قلوب میں بہاریں آ جائیں،مشام جاں معطر ہو جاے اور اس

کے بیان کی خوشبو سامع کے من میں ایک ایسی مدھر چاشنی گھول دے کہ وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے ــــــ ایک قول کے مطابق اچھی نصیحت کے مراد ترغیب و ترہیب بھی ہے، یعنی دخول اسلام اور طاعت خداوندی کے فوائد و ثمرات بیان کیے جائیں تاکہ لوگوں کے دلوں میں عبادت کا شوق اور حصول جنت کی آرزو پیدا ہو اور حسب ضرورت حکمت عملی سے کفر و ضلالت کی قباحت و شناعت اور اس کی جزا نار جہنم ہونے کو بیان کر کے لوگوں کو عذاب سے ڈرایا جائے تاکہ وہ کفران و عصیان سے دور رہیں اور دوزخ سے بچنے کے سامان کریں ــــــ

{۳} ۔ بہتر طریقے سے بحث کرکے:

اس کی تفسیر فرماتے ہوئے امام ابن الجوزی کہتے ہیں کہ یہاں "ان" سے مراد یا کفّارِ مکہ ہیں یا اہل کتاب ــــــ مزید علمائے تفسیر کہتے ہیں کہ یہاں مجادلہ سے مراد مناظرہ ہے جیسا کہ تفسیر کبیر میں مذکور ہے، بہتر طریقے سے بحث کر نے سے مراد یہ لیا گیا ہے کہ، بعض لوگ اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ وہ حق کو اسی صورت میں قبول کریں گے اگر ان کے پاس جو دلائل ہیں انہیں عقلی و نقلی طور پر رد کیا جائے اور ان کے موقف کے کج کو واضح کیا جائے ــــــ یہ اکثر دیگر گروہوں کے اہل علم کرتے ہیں، تو ایسے میں ان سے اچھے انداز میں مناظرہ کرنے کی اجازت دی گئی تاکہ علمائے ربانیین ان کے عقائد کا ابطال کریں اور دین اسلام کا احقاق کریں ــــــ پھر مناظرے کا بھی ایک اسلوب بیان کیا گیا کہ ایسا نہ ہو کہ مد مقابل کو شکست دینے کے جذبات تلے شرافت و متانت کا دامن ہاتھ سے جانے دیا جائے، بلکہ عام گفتگو ہو یا مناظرہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ دونوں میں اعلیٰ ترین سلیقے کا اظہار کرتا ہے اور اس کی ہر ادا سے متانت و سنجیدگی نمایاں ہوتی ہے ــــــ اور مناظرے کا مقصد بھی فقط احقاق حق اور ابطال باطل ہو نہ کہ اپنے نفس کی تسکین اور مد مقابل کو زیر کرنے کا جذبہ، اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ گفتگو ایسی ہو جو مد مقابل کے شکوک و شبہات کو دور کرے اور اسے حق کو قبول کرنے پر ابھارے ــــــ یہاں ایک دل نشین نکتہ بیان کرنا منفعت سے خالی نہیں،

نکتہ مفیدہ:

جب کبھی خود کو ایسی جگہ پائیں جہاں مناظرے کی سی فضا بن رہی ہو، تو اولاً جان لیں کہ مناظرہ کرنا علما کا مقام ہے اور وہ بھی راسخ علم والوں کا نہ کہ طلبہ و غیر پختہ کتاب خوانوں کا، وہ اہل علم جنہیں عقائد اور ان کے دلائل سے مکمل شناسائی حاصل ہو اور جو مد مقابل سے شکوک و شبہات اور اپنے موقف پر کیے گئے اعتراضات کا شافی و کافی جواب

دے سکیں ___ پھر جو مناظرہ کرنے کے اہل ہیں انہیں بھی یہ ہمیشہ یادرکھنا چاہیے کہ یہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے ان کا جہاد ہے، اور مقصد صرف دین کی سربلندی ہے نہ کہ اپنی سربلندی، اگر مقابل کوئی صحیح عقلی بات کر رہا ہے تو اسے تسلیم کریں اور اسی بات کو استعمال کر کے اپنے موقف کی حقانیت کو واضح کرنا آپ کے حق میں نہایت مفید ثابت ہو سکتا ہے، یوں نہ ہو کہ چوں کہ وہ مخالف ہے اس کی صحیح بات کو بھی غلط ثابت کرنے میں ڈٹ جائیں کہ اس میں آپ کی انا کو تکلیف ہو رہی ہے ___ سچ پوچھیے تو مناظرہ بھی مخلص افراد کا ہی شغل ہے کیوں کہ اس میدان میں قدم رکھتے ہی اپنی انا کو دروازے پر چھوڑ کر آنا ہوتا ہے، اگر اخلاص اور دین کی سربلندی کا جذبہ نہ ہو تو یہ بحث و مباحثہ چرب زبانی اور سبک لسانی دکھانے کا محض تماشا ہے کوئی مذہبی جہاد نہیں، بارہا ایسے لوگوں کو دیکھا کہ بحث دلائل پر کم اور زبانی طاقت کے مظاہرے پر زیادہ مرکوز ہے ___ اور تو اور بعض طلبہ نے کچھ ایسے ہجو کے اشعار اور کچھ دشنام طرازی پر مبنی عربی ترکیبیں رٹ لی ہیں اور جہاں موقع ملتا ہے فاتح اعظم بن کر انہیں بڑبڑانا شروع کر دیتے ہیں، ایسے جاہلوں کو قطعاً کہیں مناظرہ کرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے کہ اس سے فائدہ کم اور نقصان زائد ہو گا ___ ہونا یہ چاہیے کہ زبان شائستہ، سنجیدہ، پر تلطف، گفتار نرم اور بحث کا انداز افہام و تفہیم کا ہونا چاہیے نہ کہ تعنیف و توبیخ کا ___ اللہ ہمیں عمل کی توفیق دے، آمین ___

پھر آیت کریمہ کے اگلے حصے میں فرمایا گیا:

بیشک تمہارا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے گمراہ ہوا اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

یہاں داعی کے لیے ایک اہم نکتہ ہے اور وہ یہ کہ شریعت مطہرہ نے ہمیں فقط دعوت کا فریضہ سونپا ہے نہ کہ لوگوں کے دلوں میں گھوس کر انہیں پلٹنے کا، جو کہ ویسے بھی ہماری قدرت کے باہر ہے، اللہ تبارک و تعالی خوب جانتا ہے کہ کون ہدایت یافتہ ہے اور کون گمراہ، کس کا دل حق کی طرف مائل ہو گا اور کس کا نہیں، کون سعید اور کون شقی یہ بھی اسی کے علم میں ہے، لہذا ہمیں کسی کے ہدایت قبول کرنے پر اپنے آپ کو بہت بڑا ترم خاں بھی نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہم نے کسی کو سمجھا دیا، بلکہ یہ تو اللہ کے علم میں پہلے ہی تھا ہمیں تو خوش ہونا چاہیے کہ ذریعہ ہم بنے اور ہمیں اس کا ثواب ملے گا ان شاء اللہ ___ اور اگر کوئی نہیں مانتا تو ہمیں غمگیں بھی نہیں ہونا چاہیے کہ ہدایت دینا تو

اللہ تعالیٰ ہی کے دست قدرت میں ہے ـــــ وہ جانتا ہے کون حق کے راستے پر چلے گا اور کون گمراہی کو اختیار کرے گا، لہذا ہمارا کام فقط دعوت کا ہے اس کے نتائج کا نہیں ـــــ

حضور رحمت عالم ﷺ چوں کہ رحمت للعالمین ہیں، آپ کفار کے دعوت اسلام قبول نہ کرنے پر رنجیدہ ہوا کرتے تھے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تسکین قلب کی خاطر بھی کئی آیات میں یہ ظاہر فرمایا کہ محبوب پاک کا فرض تو فقط بیان کرنے کا ہے، اب ان مخاطبین کا ہدایت کو قبول کرنا اور ان کی سعادت و شقاوت اللہ تبارک و تعالیٰ کے علم ازلی میں ہے ـــــ اس بات کو امام فخر الدین الرازی (المتوفی ٦٠٦ھ) نے اپنی تفسیر مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر میں بہت خوب صورت انداز میں سمجھایا ہے کہ، اللہ جل جلالہ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو یہ پیغام دیا کہ اے محبوب، آپ دعوت کا فریضہ انجام دیں اور ہر شخص کی ہدایت کی تمنّا نہ کریں کہ یہ تو اللہ تبارک و تعالیٰ جانتا ہے، جاہل و گمراہ نفوس کی گمراہی اور صاف و پاک نفوس کی پاکیزگی، کہ ہر نفس کی اپنی ایک مخصوص فطرت اور خاص ماہیت ہوتی ہے[١٠] ـــــ

یہاں تک ہم نے دعوت کی عظمت، داعی کے فرائض اور دعوت کے قرآنی اسالیب پر گفتگو کی، اب ہم دور حاضر کے تناظر میں دعوت کے طرق کا جائزہ لیں گے اور کچھ مفید مشورے عرض کرنے کی کوشش کریں گے ـــــ

دور جدید میں فکری تغیر و ممکنہ تدابیر:

بدلتے وقت کے ساتھ انسان کے افکار بھی تغیر پذیر ہوتے رہتے ہیں، اور جوں-جوں نئے افکار معرض وجود میں آتے ہیں کئی پرانے فکر پارے فرسودہ ہو کر وادی عدم کے مسافر ہو جاتے ہیں ـــــ کئی یونانی فلاسفہ ایسے ہیں کہ اپنے وقت میں شہرت کی بلندیوں پر تھے مگر آج دنیا میں انہیں ایک محدودے چند ہی جانتے ہیں ـــــ

موجودہ وقت زمانہ قدیم سے بہت مختلف ہے گویا کہ،

ع دگرگوں ہے جہاں تاروں کی گردش تیز ہے ساقی[ج]

صرف ٹیکنالوجی کی یہ روزافزوں ترقی ہی نہیں بلکہ یورپی نشاط ثانیہ کے بعد جو طرح-طرح کے افکار پیدا ہوئے، جسے ہیگل، کانٹ، نطشے، مارکس، شوپن ہاور، سپنوزا، ولٹئر وغیرہ نے اپنے-اپنے وقت میں تشکیل و تقویت دی، یہ سب بھی ایک بڑی وجہ ہیں کہ آج کا مغربیت زدہ انسان دنیا کو ایک الگ نظریے سے دیکھتا ہے، پھر بیسویں صدی میں رچرڈ ڈاکنس، ڈینیل ڈینٹ، سیم ہارس، کرس ہچنس، نام کے ایسے مفکرین پیدا ہوئے جنہوں نے تمام مذاہب

کے خلاف عالمی محاذ کھول دیا اور کسی بھی طرح کے مذہبی اعتقاد رکھنے پر سخت تنقیدیں کیں، مغرب کی اچھی خاصی تعداد ان کی پیروی میں "لادینیت" کے نظریے کی حامی ہو گئی اور آج یورپ و امریکہ میں ایک وافر تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اپنے آپ کو کسی بھی مذہب سے منسلک نہیں بتاتے اور ان کے نزدیک مذہب عوام اور بے وقوف لوگوں کا شغل ہے ــــــ پھر ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ دنیا میں کئی مذاہب ایسے ہیں جن کی بنیاد محض اوہام و خرافات پر ہے، اور ایسے بیہودگی سے بھرے اوہام کہ ایک سالم طبیعت کا حامل انسان کبھی انہیں اختیار کرنا تو دور انہیں مکمل پڑھنے کو بھی ضیاع وقت سے تعبیر کرے گا ــــــ

ایسے میں مذہب حق اسلام کی دعوت دینا ایک مشکل امر ہے، مگر یہ بھی ہمیشہ یاد رہے کہ خدا کا دین ہمیشہ بلند و بالا رہے گا، چنانچہ اس وقت میں بھی اسلام کے حلقہ بگوش ہونے والوں کی تعداد کم نہیں ہے اور یہ گراف بھی روز بروز ترقی پذیر ہی ہو رہا ہے ــــــ زمانۂ حاضر میں ایک داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان چند امور کو بالخصوص مد نظر رکھے ــــــ

☆موجودہ وقت میں کئی افراد سائنس کو معیار حقیقت گردانتے ہیں، اس لیے داعی کو چاہیے کہ اسلام اور سائنس پر مطالعہ کو وسیع کرے، اس وقت محققین اس بات پر صدہا کتب تصنیف و تالیف فرما چکے ہیں کہ کیسے جو بات پیغمبر اسلام ﷺ نے سالوں پہلے فرمائی تھی اس کے بے شمار فوائد و ثمرات سائنس داں، سائنسی تحقیقات میں آج برآمد کر رہے ہیں ــــــ

☆ پھر اس زمانے میں فلسفہ کی پیروی کرنے والی بھی ایک بڑی جماعت ہے، لہذا داعی کو چاہیے کہ قدیم فلاسفہ کے رد میں لکھی ائمہ اسلام کی کتب پر نظر فرمائے خاص طور سے امام ابو الحسن اشعری، امام غزالی اور امام رازی کی کتب کو شامل مطالعہ کرے ــــــ

☆یورپی نشاط ثانیہ کے بعد جو نئے افکار معرض وجود میں آئے، ان کو پڑھ کر ان کے جدید اسلوب میں رد لکھے جائیں، اسلام کی حقانیت اور فلسفہ جدید کی غیر پختگی کو واضح کیا جائے ــــــ عدمیت، مذہب انکار، نرگسیت، اشتراکیت، مزدکیت، کنفیوشیت، جبریت، وجودیت، لذتیت، منطقی مثبیت پسندی، تاؤ مذہب، عقلیت پسندی وغیرہ جدید افکار آج بہت سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کر رہے ہیں، ایک داعی کو چاہیے کہ ان کے رد میں کتابیں پڑھے تاکہ فلسفہ زدہ افراد کو مذہب اسلام کی دعوت دے سکے ــــــ

☆اسلام مخالف طاقتوں نے اس وقت اس پیارے مذہب کے خلاف کئی پروپگینڈے پھیلا رکھے ہیں، لوگوں کے اذہان کو اسلام کے خوف اور اس کی نفرت سے پراگندہ کرر کھا ہے ____ لہذا ایک داعی کی ذمہ داری یہ بنتی ہے کہ وہ ان دشمنان اسلام کے کیے گیے مشہور اعتراضات کو پڑھے اور ان کے شافی وکافی جواب اپنے پاس تیار رکھے تاکہ جب وہ دعوت دے تو لوگوں کے ذہنوں سے بھی ان پروپگینڈوں کی گرد و غبار کو صاف کر سکے ____ اس طرح کی مزید تدابیر اختیار کرنے اور دور جدید کے فتنوں سے آگاہی حاصل کر کے ان کے رد سے خود کو مسلح رکھنے سے مجھے امید ہے داعیان اسلام اپنے فرائض کو اور بھی تیزی اور خوبی سے ادا کر پائیں گے اور اسلام کا پیغام دنیا کے طول و عرض میں بہتر طریقے سے پہنچے گا ____

حاصل بحث واختتام کلام:

اجمالاً، مقالے کا لب لباب یہ ہے کہ تبلیغ ہمارا قومی، ملی اور مذہبی فریضہ ہے جسے ہمیں حتی الوسعہ ادا کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے، علما بالخصوص اپنے علم سے اور عوام بالعموم اپنے عمل سے اسلام کی ترویج واشاعت میں اپنا حصہ ادا کریں، پھر تبلیغ بھی اسالیب قرآنی اور فرامین پیغمبری کے مطابق ہونا چاہیے ____ دور جدید کے فتنوں سے مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں جدید افکار کو سمجھ کر جو مذہب سے متصادم ہیں ان کے رد پر کام کرنے کی ضرورت ہے ____ اور عصر حاضر میں احسن انداز میں تبلیغ کے اس نبوی مشن کو آگے لیکر بڑھنے کی حاجت ہے ____ اللہ تبارک وتعالی ہمیں اس مقدس مشن کی ترویج واشاعت اور آئین پیغمبری کی تبلیغ و نصرت کرنے کی ہمہ وقت توفیق عطا فرمائے اور ہم سے اپنے دین متین کی خوب-خوب سچی خدمت لے،

آمین یارب العلمین بجاہ النبی الامین علیہ و آلہ افضل الصلوۃ و اکمل التسلیم

۱۲/ذی القعدہ ۱۴۴۲ھ - مطابق - ۲۳/جون ۲۰۲۱ء - بمقام: پیلی بھیت شریف

☆☆☆

کتبہ: المفتقر الی اللہ سبحانہ و تعالی

فردین احمد خاں فردین رضوی

[بی-سی-اے؛ کھنڈیلوال کالج، روہیل کھنڈ یونیورسٹی،

ریسرچ اسکالر، اسلامیات، استشراقیات واستغرابیات]

مصادر و مراجع

[۱]۔ قرآن حکیم؛سورہ اعراف آیت(۱۷۶-۱۷۴)۔

[۲]۔ ابن منظور؛لسان العرب؛ تحت لفظ:انس۔

[۳]۔ بخاری؛محمد بن اسماعیل؛ صحیح البخاری؛رقم حدیث:(۱۳۸۵)۔

[۴]۔ طنطاوی؛علی؛فی سبیل الاصلاح؛این الاقلام۔

[۵]۔ قرآن حکیم؛سورہ آل عمران؛آیت(۱۱۰)۔

[۶]۔ بخاری؛محمد بن اسماعیل؛ صحیح البخاری؛رقم حدیث:(۳۴۶۱)۔

[۷]۔ احمد بن حنبل؛امام؛مسند احمد؛رقم حدیث : (۱۵۶۳۵)۔

[۸]۔قرآن حکیم؛سورہ نحل؛آیت(۱۲۵)۔

[۹]۔ ابن الجوزی؛امام؛زاد المسیر فی تفسیر القرآن؛تحت آیت "ٱدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ...الی الآخر"۔

[۱۰]۔ رازی؛فخر الدین ابو بکر؛امام؛تفسیر مفاتیح الغیب؛تحت آیت "ٱدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ...الی الآخر"۔

اشعار

[ب]۔شاعر نامعلوم۔

[ج]۔ محمد اقبال،ڈاکٹر، بال جبریل، غزل، صفحہ 350۔